سوموار 09 جنوری 2023ء | 16 جمادی الثانی 1444 ہجری قمری | 09 صلح 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:07

ارشادِ باری تعالیٰ

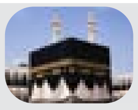

وَلِلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ٭ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ

(البقرہ: 116)

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ یقیناً اللہ بہت وسعتیں عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے لئے ایک اور خوبصورت تعلیم دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک حقیقی مؤمن کو ہمیشہ اچھی اور پاکیزہ چیزوں کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ فرمایا جب کبھی کوئی مسلمان کوئی پُرحکمت اور عمدہ بات سنے تو اُسے ذاتی میراث سمجھے۔ پس جس عزم کے ساتھ انسان اپنی میراث حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پُرحکمت مشوروں اور نیکی کی باتوں کی جستجو کرتے رہا کریں اور جہاں کہیں بھی انہیں پائیں اُن سے فائدہ اٹھالیں۔ ایسے وقت میں جبکہ مہاجرین کی آبادکاری کے بارہ میں اتنے تحفظات ہیں، یہ اصول کتنا خوبصورت اور کامل راہنمائی پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ مقامی معاشروں میں ضم ہونے اور باہمی عزت و احترام کے فروغ کے لئے اُنہیں چاہئے کہ وہ ہر معاشرہ، علاقہ، شہر اور ملک کی اچھائیاں معلوم کریں۔ ان اچھائیوں کا صرف علم ہی کافی نہیں بلکہ مسلمانوں کو پوری کوشش کرنی چاہئے کہ انہیں اپنی زندگیوں میں اپنائیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو حقیقی معنوں میں باہمی اعتماد اور باہمی محبت اور احترام پیدا کرتی ہے۔ حقیقی مؤمن سے بڑھ کر کون امن پسند ہوسکتا ہے۔ جو نہ صرف اپنے ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے بلکہ اپنے یا کسی بھی اور معاشرہ کی تمام تر اچھائیاں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کون ہے جو اس سے بڑھ کر امن اور سلامتی کو فروغ دے سکتا ہے؟ ۔۔۔ واضح ہو کہ کسی بھی دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ حقیقی اسلام کسی بھی معاشرہ میں ضم نہیں ہوسکتا۔ حقیقی اسلام تو وہ ہے جو تقویٰ اور نیکی کو پھیلاتا اور ہر قسم کی برائی اور غلط کاری کو مسترد کرتا ہے۔ حقیقی اسلام مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جہاں بھی برائی اور ظلم دیکھو اُس کو روکو۔ سوال یہ نہیں کہ اسلام ضم نہیں ہوسکتا بلکہ حقیقی اسلام تو معاشرہ کو فطری طور پر مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ہر شخص نہ صرف اپنے لئے امن حاصل کرنے کی کوشش یا خواہش کرے بلکہ وہ دوسرے لوگوں میں امن و آشتی پھیلانے کے لئے اپنی تمام کوششیں سچی ہمدردی کے ساتھ صرف کرے۔ یہی بے لوث رویہ عالمی امن کے استحکام کا رستہ ہے۔ کیا دنیا میں کوئی معاشرہ ایسا ہے جو اس تعلیم کی تعریف نہ کرے اور سوچ کے اس انداز کو نہ سراہے؟ یقیناً ایک اچھا معاشرہ اپنے اندر برائی اور بداخلاقی کے پھیلنے کی خواہش نہیں کرتا اور نیکی اور امن کے فروغ کی ہرگز مخالفت نہیں کرتا۔

(عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 108-109 ہمبرگ جرمنی 2012ء)

اس شمارہ میں

- الہامی اشعار (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز
- سال نَو پر ملنے والا سب سے خوبصورت پیغام

فرمانِ رسولؐ

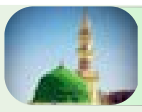

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: مَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَھُوَ مِنۡھُمۡ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی نقالی کرے اور اس کی چال ڈھال رکھے وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔

(ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۵۰ بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث ۸۹۶ صفحہ ۸۳۵ ایڈیشن ۲۰۱۵ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

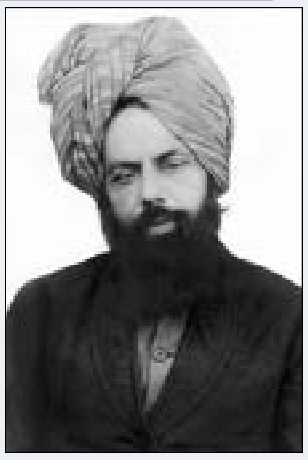

اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مَردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔ پردہ کرنے کا حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے، مَردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غضِّ بصر کا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حلال و حرام کا امتیاز، خدا تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں اپنی عادات، رسم و رواج کو ترک کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی پابندیاں ہیں جن سے اسلام کا دروازہ نہایت ہی تنگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص اس دروازے میں داخل نہیں ہوسکتا۔ عیسائی باش وہرچہ خواہی کن۔ اور ان کا مذہب بھی ایک بے قید مذہب ہے اور مسلمانوں میں بھی آجکل ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اصل میں یہ سب امور اسی بے قیدی اور آزادی کے خواہشمندوں کو سوجھتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ بے قیدی اور پاکیزگی تو نور و ظلمت کی طرح آپس میں دشمن ہیں۔ لاہور میں بھی طبائع میں قبول حق کی استعداد تو معلوم ہوتی ہے مگر بے قیدی اور آزادی ان کے راستے میں ایک سخت روک ہے۔

لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قوم مسلمان ہوئی اور انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہمیں نماز معاف کر دی جاوے۔ مگر آپ نے ان کو یہی فرمایا کہ دیکھو! جس مذہب میں خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں وہ مذہب ہی کچھ نہیں۔ جب دنیا کی حالت کے اس آزاد اور بے قید حصہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو دل پر ایک قسم کا زلزلہ اور لرزہ وارد ہوتا ہے اور خیال آتا ہے کہ حقیقت میں اصلاح کی راہ میں سے اسی پتھر کا اُٹھنا مشکل ہے بجز اس کے کہ دنیا پر ایک عظیم الشان انقلاب آجاوے جو دلوں میں خدا تعالیٰ کی ہیبت اور سطوت اور جبروت و جلال کا یقین پیدا کر دے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 614۔ ایڈیشن 2003ء، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

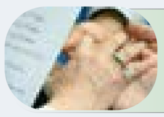

دربارِ خلافت

لجنہ اماء اللہ کا رکن ہونے کا کیا مطلب ہے؟

لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء پر خطاب میں حضور انور نے لجنہ اماء اللہ کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کو ہمیشہ اپنی ذیلی تنظیم کے مقاصد پر غور وفکر کرنا چاہیے اور یہ کہ لجنہ اماء اللہ کا رکن ہونے کا کیا مطلب ہے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کو قائم فرمایا تو آپ نے بڑے غور وفکر کے بعد اس کا نام رکھا۔ لجنہ اماء اللہ کے لفظی معنی خدا تعالیٰ کی جماعت کی خادمات ہیں چنانچہ جب آپ اللہ تعالیٰ کی خادمات کی جماعت میں داخل ہیں اور دین کی خادمات ہونے کا عہد کیا ہے تو آپ کیلئے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ سب ممبرات کو اپنے دین کی حفاظت کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔ انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ اُس روحانی سطح اور بلندی تک پہنچیں جس کی ایک حقیقی مومنہ سے توقع کی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے عرب، ان پڑھ، بادیہ نشینوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا۔ یعنی تُو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن صرف اتنا کہا کرو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ان دیہاتی لوگوں کو یہ کہنا چاہیئے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور مسلمان بن گئے ہیں تاہم ان کو یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں یا ان کو حقیقی ایمان حاصل ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ ایمان کا وہ معیار جس کا مخلص مؤمن سے تقاضا کیا جاتا ہے محض قبول اسلام سے کہیں زیادہ ہے۔ ہر کلمہ گو یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہے تاہم ہر ایک یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ وہ مومن بھی ہے یا اس نے حقیقی ایمان پا لیا۔ اس بات کا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ واحد اور قادر خدا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر اور اسلام دینِ کامل ہے، یہ تو صرف ایمان کا سب سے بنیادی درجہ ہے۔ کامل ایمان اختیار کرنا انتہائی اعلیٰ ایمان اور فہم و ادراک کا تقاضا کرتی ہے۔ انسان اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کرنے والا نہ بنے۔ اس لیے سب سے پہلی بات جو ہر احمدی کو یاد رکھنی چاہیے یہ ہے کہ انہیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے ایمان وایقان میں کامل بنیں۔ موجودہ معاشرہ اخلاقیات سے بے بہرا اور روحانی طور پر پست ہے کیونکہ مین سٹریم میڈیا اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات لوگوں کو مذہب اور خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے دور لے جا رہے ہیں یہاں تک کہ بہت ہی چھوٹے بچوں کو سکولز میں غیر مناسب اور غیر اخلاقی باتیں سکھائی جا رہی ہیں جسے وہ ابھی سمجھنے کے قابل نہیں۔ اس کے نتیجہ میں بچوں کو بہت چھوٹی عمر میں سکولز اور معاشرے کی طرف سے دنیاوی سوچ کے ساتھ ڈھالا جا رہا ہے جو روحانی اقدار اور تعلیمات سے دور لے جانے والی ہیں۔ ایسی صورت حال میں والدین پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت کریں اور اسے یقینی بنائیں۔ آج کل تو بچوں کے کارٹونز یا کمپیوٹر گیمز میں بھی بعض ایسی کہانیاں یا کریکٹرز ہوتے ہیں جو بالکل غیر مناسب ہوتے ہیں اور جو بچوں کی معصومیت چھین لیتے ہیں۔ بچوں کو خود بھی محتاط ہونا چاہیے کہ وہ کون سے کارٹونز دیکھ رہے ہیں اور والدین کو تو بہر حال بچوں کی نگرانی کرنی چاہیے جب وہ کارٹونز دیکھ رہے ہوں۔ ایسی چیزوں کو دیکھنے کے دیر پا نتائج بہت ہی خطرناک ہیں اور یہ ہماری اگلی نسلوں کو مذہب اور اخلاقی اقدار سے با آسانی بہت دور لے کر جا سکتے ہیں۔ پس والدین کو چاہیے کہ اس بات پر نظر رکھیں کہ ان کے بچے کون کون سی نئی چیزوں سے متعارف ہو رہے ہیں اور بیرونی اثرات سے متاثر نہ ہونے کے لئے احمدی والدین کو اپنے گھروں میں ایک خالص اسلامی ماحول قائم کرنا چاہئے جس میں اللہ کے احکامات پر عمل ہو رہا ہو اور جس میں اعلیٰ اخلاقی نمونوں کا مظاہرہ ہو رہا ہو۔‘‘

(روزنامہ الفضل آن لائن 6/ دسمبر 2022ء)

دعا کا تحفہ

بارش کی دُعائیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط سالی میں بارش کے لئے دُعا کی تحریک پر یہ دُعائیں کیں جس پر آناً فاناً موسلا دھار بارش کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو اگلے جمع تک جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے بارش رُکنے کی دُعا کی۔

(1) اَللّٰهُمَّ اسۡقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسۡقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسۡقِنَا۔ اے اللہ! تو ہمیں سیراب کر۔

(2) اَللّٰهُمَّ اَغِثۡنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثۡنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثۡنَا۔ اے اللہ! ہم پر باران رحمت کا نزول فرما۔

(بخاری کتاب الاستسقاء)

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 116)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

الہامی اشعار
حضرت مسیح موعودؑ

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اِس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذِق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

قادِر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافِر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ 27 مطبوعہ 1902ء

دُشمن کا بھی خوب وار نکلا
تِس پر بھی وہ آر پار نکلا

الحکم 30/ اکتوبر 1902ء

قادر ہے وہ بارگہ ٹُوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے

اخبار بدر 22/ نومبر 1906ء

بر تر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
اس کا غلام دیکھو! مسیح الزمان ہے

حقیقۃ الوحی صفحہ 274 کا حاشیہ مطبوعہ 1907ء

کروں گا دُور اُس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

تذکرہ صفحہ 427

چل رہی ہے نسیم رحمت کی
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

تذکرہ صفحہ 206

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06؍ جنوری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا 65 واں سال 31؍ دسمبر (2022ء) کو ختم ہوا اور یکم جنوری (2023ء) سے نیا سال شروع ہو گیا ہے، جماعت نے بارہ اعشاریہ دو ملین سے زائد یعنی ایک کروڑ 22 لاکھ 15 ہزار پاؤنڈز کی قربانی پیش کی، باوجود دنیا کے معاشی حالات نہ بہتر ہونے کے گزشتہ سال سے یہ قربانی 9 لاکھ 28 ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے الحمدللہ! برطانیہ اِمسال بھی دنیا بھر کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے پہلے نمبر پر رہا۔۔۔شاملین کی تعداد اِمسال 61 ہزار مخلصین کے اضافہ کے ساتھ مجموعی تعداد 15 لاکھ 6 ہزار ہو گئی ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ آلِ عمرٰن کی آیت 93 کی تلاوت نیز ترجمہ پیش کیا! تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔

حقیقی اِتقاء اور ایمان کا حصول

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ بیان فرماتے ہیں: دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے، اسی واسطے علم تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اِس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے۔ کیونکہ مخلوق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا اور ابنائے جنس اور مخلوق خدا کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔

انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک

جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے، دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدری کے لئے ایثار ضروری شے ہے اور اِس آیت لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کُل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔

قربانی اور پسندیدہ مال پیش کرنے کی اعلیٰ ترین مثالیں

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! پس قربانی اور پسندیدہ مال کے پیش کرنے کے یہ وہ معیار ہیں جن کی اعلیٰ ترین مثال (جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قائم فرمائی ہے اور پھر صحابہؓ نے اپنی بساط کے مطابق بلحاظ حفظ مراتب یہ قربانیوں کے معیار قائم کئے، پھر آپؑ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں تو آپؑ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے جو اشاعت لٹریچر اور اشاعت اسلام کے لئے ہے اعلیٰ ترین مثال حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے قائم فرمائی ہے۔۔۔اسی طرح آپؑ کے بہت سے صحابہؓ تھے جنہوں نے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق قربانیاں دیں اور ایسی ایسی قربانیاں دیں کہ آپؑ نے فرمایا! مجھے حیرت ہوتی ہے ان کی قربانیاں دیکھ کے۔

یہ قربانیاں کیوں دیں؟

اِس لئے کہ اشاعت اسلام کے مشن میں آپؑ کے مددگار بنیں، اِس لئے کہ مخلوق سے ہمدردی کا درد رکھتے ہوئے اُنہیں بھی آنحضرتؐ کے غلام صادقؑ کی جماعت میں شامل کرنے کے لئے قربانی پیش کریں، تکمیل ہدایت کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور یہ قربانیوں کی جاگ افراد جماعت کو ایسی لگی کہ آپؑ کے بعد جاری نظام خلافت میں بھی اللہ تعالیٰ ہر دَور میں قربانی کرنے والے عطاء فرماتا چلا جا رہا ہے جو اپنی ترجیحات کو پس پشت ڈال کر بڑھ بڑھ کر قربانیاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جنوری کا پہلا خطبہ

عموماً وقف جدید کے نئے سال کے اعلان کے بارہ میں ہوتا ہے، حضرت المصلح الموعودؓ نے 1957ء میں اِس تحریک کو دیہاتوں میں تربیت و تبلیغ کے لئے شروع فرمایا جو پہلے صرف پاکستان تک ہی محدود تھی پھر خلافت رابعہ میں اِس کو وسعت دے کر تمام ممالک تک پھیلا دیا گیا اور اِس چندہ (ترقی یافتہ ممالک) کی رقم افریقہ کے ممالک میں تربیت و تبلیغ میں خرچ کرنے کا حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا اور عموماً یہی سلسلہ اب تک چل رہا ہے، اِس چندہ کی آمد کو افریقہ اور دوسرے غریب ممالک میں خرچ کیا جاتا ہے۔ احباب جماعت بڑھ چڑھ کر اِس میں حصہ لیتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ افریقہ اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کے احمدی اِس میں حصہ نہیں لے رہے، اُن لوگوں کی قربانیاں بھی آمد اور حالات کے مطابق قابل تعریف ہیں لیکن زائد اخراجات بہرحال امیر ترقی یافتہ ممالک کے چندوں سے پورے کئے جاتے ہیں۔

ہر جگہ قربانیاں کرنے والے اِس بات کا کامل ادراک رکھتے ہیں

جو حدیث قدسی میں آنحضرتؐ نے بیان فرمائی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا، نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر، میرے پاس رکھا گیا خزانہ مَیں پورا تجھے دوں گا اُس دن جب تُو اُس کا سب سے زیادہ محتاج ہو گا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے تصریح فرمائی: پس اللہ تعالیٰ کی راستہ میں کی گئی قربانی نہ صرف اِس دنیا میں فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ آئندہ زندگی میں مرنے کے بعد بھی فائدہ دے گی۔

پس اللہ تعالیٰ جب وعدہ کرتا ہے تو پورا بھی کرتا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ (البقرہ:273) اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو وہ تمہیں بھرپور واپس کر دیا جائے گا اور ہرگز تم سے کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ پس اللہ تعالیٰ جب وعدہ کرتا ہے تو پورا بھی کرتا ہے، اِس کے نمونے اِس دنیا میں بھی ہمیں دکھا دیتا ہے تا کہ اِس یقین پر قائم ہو جاؤ کہ اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث بنو گے۔ دنیاوی اداروں کی طرح نہیں ہے کہ کاروباروں میں رقم لگاؤ اور نقصان ہو جائے یا کچھ عرصہ پھر صرف دنیاوی فائدہ ہو آگے کی کوئی ضمانت نہیں ہے بلکہ دنیا کے تو بعض ایسے کاروبار ہیں جو کچھ عرصہ تک تو فائدہ دیتے ہیں پھر ان کو چلانے والے ہی سب کچھ کھا جاتے ہیں اور وہ غریب لوگ جنہوں نے انویسٹمنٹ کی ہوتی ہے اُن کا پیسہ ڈوب جاتا ہے جیسے آجکل بڑا شور مچا ہوا ہے کہ کئی بلین ڈالر لوگوں کے ڈوب گئے جنہوں نے بِٹ کوائن یا کرپٹو کرنسی میں اپنی رقمیں لگائی ہوئی تھیں، بہرحال جو کاروبار ہے بِٹ کوائن وغیرہ کا میرے نزدیک تو یہ ایک قسم کا جوا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے والوں کو نوازنے کے عجیب نظارے

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی خاطر قربانی کرنے والوں کو نوازتا ہے اِس کے ایک عجیب نظارے ہیں، ایسی مثالیں ہیں کہ جہاں قربانی کرنے والے دنیاوی فائدہ اٹھا رہے ہیں اُن کے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بعد ازاں آپ ایدہ اللہ نے دنیا بھر کے مخلصین کی وقف جدید کے مالی جہاد میں پیش کی گئی قربانی کے تناظر میں متفرق ایمان افروز واقعات، اُن پر نازل ہونے والے انعامات اور افضال الٰہی کا تذکرہ نیز بحوالہ نومبائعین اللہ تعالیٰ کی خاطر مال سے بے رغبتی اور قربانی کی نمایاں مثالیں پیش فرمائیں۔

پس ہر قربانی کرنے والا احمدی اِس بات کی سچائی پر گواہ ہے

مزید برآں بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی، صرف ایک محبت کر سکتے ہو، پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر تم میں سے کوئی خدا سے محبت کر کے اِس راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اُس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔

گزشتہ سال کے چندہ وقف جدید کے اعداد و شمار

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا 65 واں سال 31؍ دسمبر (2022ء) کو ختم ہوا ہے اور یکم جنوری (2023ء) سے نیا سال شروع ہو گیا ہے، جماعت نے بارہ اعشاریہ دو ملین سے زائد یعنی ایک کروڑ 22 لاکھ 15 ہزار پاؤنڈز کی قربانی پیش کی، باوجود دنیا کے معاشی حالات نہ بہتر ہونے کے گزشتہ سال سے یہ قربانی 9 لاکھ 28 ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے الحمدللہ! برطانیہ اِمسال بھی دنیا بھر کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ سے پہلے، کینیڈا دوسرے، جرمنی نمبر تین پر چلا گیا ہے، امریکہ چوتھے، بھارت پانچویں، آسٹریلیا چھٹے، مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ساتویں، انڈونیشیاء آٹھویں، پھر مڈل ایسٹ کی ایک اور جماعت نویں نیز بیلجیم دسویں نمبر پر ہے۔ بلحاظ فی کس آمدنی امریکہ نمبر ایک، سوئٹزرلینڈ نمبر دو، برطانیہ نمبر تین، آسٹریلیا نمبر چار اور کینیڈا نمبر پانچ ہے۔ شاملین کی تعداد اِمسال 61 ہزار مخلصین کے اضافہ کے ساتھ مجموعی تعداد 15 لاکھ 6 ہزار ہو گئی ہے، اِس ضمن میں قابل ذکر کام کرنے والے ممالک میں یوگنڈا، گنی بساؤ، کیمرون، کانگو برازاویل، نائیجر، کانگو کنشاسا اور بنگلہ دیش ہیں۔ پاکستان میں باوجود نامساعد معاشی حالات کے مقامی کرنسی میں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی اضافہ کیا ہے، اوّل جماعتوں میں لاہور، ربوہ اور کراچی ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ سب شاملین کے اموال و نفوس میں بے انتہاء برکت عطاء فرمائے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍ دسمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

”ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ... اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔“ (حضرت مسیح موعودؑ)

”جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا خدا تعالیٰ اسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں“

یہ بنیادی نکتہ ہے کہ ہمیں کبھی اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں سست نہیں ہونا چاہیے

”دعا کے لیے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوءِ ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا“

”خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا“

”ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو“

”ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔
جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہوسکتا“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں
دعا کی حقیقت، اُس کے آداب، ہماری ذمہ داری، اس کی ضرورت اور اللہ تعالیٰ پر یقین کے بارے میں بصیرت افروز بیان

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

دعا سے متعلق بہت لوگ سوال کرتے ہیں۔

آج کل تو خاص طور پر خدا تعالیٰ اور دعا کے متعلق سوال اٹھتے ہیں جبکہ باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت دہریت کے حامی بھرپور حملہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اور مذہب پر کر رہے ہیں۔

مختلف ذریعوں سے انسان کو خدا اور مذہب سے دُور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شیطان انسان سے ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر اسے دین اور خدا تعالیٰ سے دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے لوگوں پر بھی بعض جگہ اور بعض دفعہ یہ شیطانی خیالات اثر ڈال دیتے ہیں یا دنیاداروں اور مذہب کے خلاف چلنے والوں کی باتیں انہیں مذہب کے بارے میں اور خدا تعالیٰ کے بارے میں عبادت کے بارے میں بے چینیاں پیدا کرنی شروع کر دیتی ہیں۔ شبہات دل میں پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں جو کم علم ہوتے ہیں۔ اگر کبھی کسی ابتلا سے گزرے یا ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تو کمزور ایمان والوں اور کم علم والوں کو فوراً یہ خیال آنے لگ جاتا ہے کہ یا تو مذہب غلط ہے جس پر ہم لوگ قائم ہیں اور اصل میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یا خدا تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں کہ رحم کرتے ہوئے دعائیں سنے اور ہمیں اس ابتلا اور امتحان سے نکالے یا خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ ہم پر ظلم کیا ہے جو ہم اس حالت سے گزر رہے ہیں۔ باوجود دعاؤں کے ہماری پریشانیاں دور نہیں ہو رہیں۔ غرض کہ اس قسم کے بہت سے سوال بعض ذہنوں میں اٹھتے ہیں خاص طور پر ان کے جن کی نظر صرف دنیاوی چیزوں پر رہتی ہے۔ بعض لوگ مجھے بھی لکھ دیتے ہیں یا اپنے حالات بتاتے ہوئے سوال پوچھ رہے ہوتے ہیں تو لگ رہا ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وہ ایمان نہیں جو ہونا چاہیے اور جس ماحول میں وہ رہ رہے ہیں اس میں رہتے ہوئے ذرا سا بھی ابتلا ان پر آئے تو منفی سوچیں پیدا ہو جاتی ہیں یا شکوک سر اُبھارنے لگ جاتے ہیں حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اپنی حالتوں پر غور کریں۔ دیکھیں کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم اپنی عبادتوں کو سنوار کر ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم نے اپنی دعاؤں کے معیار کو اونچا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی ہماری کیا حالت ہے؟ بہرحال

آج میں دعا کے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں بیان کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ارشادات میں اس بارے میں بہت کچھ ہمیں نظر آتا ہے، لٹریچر میں موجود ہے۔ بہرحال

مَیں چند باتیں بیان کروں گا جن سے دعا کی حقیقت، اُس کے آداب، ہماری ذمہ داری، اس کی ضرورت اور اللہ تعالیٰ پر یقین کے بارے میں کچھ وضاحت ہوتی ہے بلکہ وضاحت یقینی طور پہ ہوتی ہے۔

اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ

ہمیں اچھے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں کی طرف توجہ رکھنی چاہیے تا کہ مشکلات میں بھی ہماری دعائیں سنی جائیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں

اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے۔

جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا خدا تعالیٰ اسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔

جب عذابِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے، صدقات دیتا ہے اور امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے۔ یہی سعادت کے نشان ہیں۔'' فرمایا ''درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 229-230 ایڈیشن 1984ء)

پس ایک حقیقی مومن کا یہ کام ہے کہ اپنے اچھے حالات میں خدا تعالیٰ کے حق کو اور اُس کی مخلوق کے حق کو کبھی نہ بھولے اور اگر وہ یہ حق ادا کر رہا ہے تو پھر مشکلات کے دَور سے خدا تعالیٰ اسے خود نکالتا ہے، اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ پس

یہ بنیادی نکتہ ہے کہ ہمیں کبھی اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں سست نہیں ہونا چاہیے۔

دنیاوی مصروفیات ہمیں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے سے محروم کرنے والی نہ ہوں۔

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ

خدا تعالیٰ سے مانگتے وقت کیا حالت ہونی چاہیے اور اس کے کیا آداب ہیں اور یہ آداب خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح سکھائے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ اسی لیے سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔ الرَّحۡمٰنِ ہے یعنی بلا مانگے اور سوال کیے دینے والا ہے۔ پھر الرَّحِیۡمِ ہے یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ ''سچی محنت'' یہ غور کرنے والا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ سچی محنت پر پھل عطا فرماتا ہے اور سچی محنت کے معیار وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پھر فرمایا۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ جزا سزا اُسی کے ہاتھ میں ہے، چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جزا سزا آخرت کی بھی اور اِس دنیا کی بھی اُس کے ہاتھ میں ہے صرف یہ نہیں کہ آخرت کی جزا سزا۔ اس دنیا میں بھی جو کام ہوتے ہیں ان کے فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا کہ جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ ربّ ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے، اُسے غائب مانتا چلا آ رہا ہے اور اسے حاضر جان کر پکارتا ہے۔ یہ باتیں توغیب کی ہیں۔ پھر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے اور حاضر جان کر کیا پکارتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا ہم عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے لیے مدد مانگتے ہیں۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے، اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام کیا اور وہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ۔ نہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا اور وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔ اور نہ ان کی جو دور جا پڑے ہیں، گمراہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے کُل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے مثلاً ایک طبیب ہے جب کسی کا علاج کرتا ہے تو اُسے ایک صراطِ مستقیم ہاتھ نہ آوے، علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تمام وکیلوں اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراطِ مستقیم ہے کہ جب وہ ہاتھ آ جاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس لیے دنیاوی کاموں میں بھی صراطِ مستقیم کی تلاش ہونی چاہیے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔

آپؑ جس مجلس میں بیٹھے یہ بیان فرما رہے تھے وہاں ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ

انبیاء کو اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو عام آدمیوں کے لیے دعا ہے۔ انبیاء کو اس دعا کی کیا ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے تھے، وہ تو پیشتر سے ہی صراط مستقیم پر ہوتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کے لیے کرتے ہیں بلکہ یہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ تو آخرت میں مومن بھی مانگیں گے کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح اس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد چہارم صفحہ 399-400 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ ہیں وہ آداب جن کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی جائے، دعا کی جائے تو انسان ایک ایسی کیفیت میں سے گزرتا ہے جہاں اُسے خدا تعالیٰ کا قرب اور اپنی حاجات بیان کرنے کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے۔

پھر

دعا اور اس کے آداب کے بارے میں مزید وضاحت

فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ''دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آدابِ دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے اُن طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیتِ دعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہوگئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آدابِ دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔'' جو اصلی معنی ہیں دعا کے اس طرح دعا نہیں ہوتی اس لیے قبول نہیں ہوتی ''اس لئے وہ منکرینِ دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔'' ایسے لوگ۔ ''اُن کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

دعا کے لیے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوءِ ظن نہ کر بیٹھے'' بدظنی نہ کرے اللہ تعالیٰ پر ''کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔

بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کرنے والے تھک گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے اور اس نامرادی نے یہاں تک برا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔'' دہریت غالب آ جاتی ہے ''اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعائیں کی گئی کیوں قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدمِ استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتاب کاری کا نتیجہ ہیں۔'' آج یہاں، کل وہاں۔ مستقل مزاجی کوئی نہیں۔ جلد بازی طبیعت میں ہے تو وہ تو انسان کی اپنی غلطیاں ہیں۔ اگر مستقل مزاجی ہو، جلد بازی نہ ہو، ایمان مضبوط ہو تو کبھی یہ حالت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو یہ تو اُس جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ فرمایا ''جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تھکنا نہیں چاہئے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 415 تا 417 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے

دنیاوی مثالوں کے ساتھ دعا کرنے والے کے صبر کی مثال

اس طرح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دیکھو! ''دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے

کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اُس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔'' بیج کی ایک خصوصیت ہے پہلے اس کی جڑیں نکلتی ہیں، جڑیں زمین میں پیوست ہو جاتی ہیں پھر باہر کو نپلیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ''اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔'' اب پودا نکل آیا، اَب پھل لگنے کا مرحلہ باقی ہے۔ نادان بچہ یہ سمجھے گا کہ اس کو تو پھل لگ نہیں سکتا یہ چھوٹا سا ہے۔ ''وہ یہ چاہتا ہے کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔'' دُور اندیش لوگ جو ہیں، نتیجہ کو صبر سے دیکھنے والے لوگ جو ہیں وہ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، دعاؤں میں لگے رہتے ہیں ''اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 417 ایڈیشن 1984ء)

پھر

دعا کرنے والے کے صبر کے معیار

کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ ''یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو! یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اُس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔'' پودے، بوٹے جس طرح نشوونما پاتے ہیں پہلے تو کچھ نہیں پتہ لگتا انسان کی یا کسی بھی جانور کی پیدائش کے وقت۔ اب انسان کی مثال ہے کہ ''چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔'' ڈاکٹر بھی اب بارہ ہفتے کے بعد ہی سکین کر کے کچھ بتاتے ہیں۔ تو بچہ کا پیدا ہونا باوجود سب ماڈرن ٹیکنالوجی کے ڈاکٹروں کو صحیح پتہ لگتا ہے اور وہ بھی اسی وقت سکین کرتے ہیں جب بارہ ہفتے گزر جاتے ہیں۔ اُس زمانے میں جب آپؑ بیان فرما رہے ہیں اُس وقت اتنی ٹیکنالوجی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ایک قانونِ قدرت کے بارے میں آپؑ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ''بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔'' پھر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ساتھ ہی، یہ نہیں ہے کہ آرام سے پیدا ہو گیا۔ ماں کا بھی نئے سرے سے پیدا ہونا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ''مرد شاید اُن تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدتِ حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلوّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔'' جلد بازی نہ کرے، تکلیفوں کو برداشت کرے، دعا میں لگا رہے۔ ''اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آجاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔'' دعا کو اس معیار تک لے جانا پہلے ضروری ہے۔ فرمایا کہ ''جس طرح پر آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدّت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکا یک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصدِ مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 418 ایڈیشن 1984ء)

پس ہر دعا کرنے والے کو اپنے جائزے سے خود ہی پتہ چل جائے گا کہ اس نے یہ معیار حاصل کیا ہے کہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپؑ فارسی مصرعہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں

''پیدا است ندا را کہ بلند است جَنَابَت''

کہ پکار سے ظاہر ہے کہ تیری بارگاہ بہت بلند ہے۔

فرمایا کہ ''مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ مَیں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔'' امید ہوتی ہے کہ دعاؤں کا مزید موقع مل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا ''لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے۔'' اگر جواب نہ میں ملا ہے تو پھر ''وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔'' فرمایا کہ ''عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔'' گھر والا اس کو ڈانٹتا ہے، جھڑکیاں دیتا ہے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا ''اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو'' یعنی گھر والے کو ''بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہئے؟

خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔

جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھا لے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہو گا۔'' ضائع ہی ہو جائے گا بچہ۔ ''یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہو گی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے اور نہ نرا نقصان'' اٹھاتا ہے ''بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔'' فرماتے ہیں کہ ''ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا۔'' ترکھان تھا ''اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو مَیں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔'' فرمایا ''لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے۔ زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دَم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔'' فرمایا ''کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اُس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔'' عرب کے بدو کیا تھے، کیا لوگ تھے، دنیا پہ حکومت کی انہوں نے۔ ''اور بڑی بڑی سلطنتوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیا اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے، خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش ریاکاری و شرک کی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو اَبُوالمِلّت اور اَبُوالحُنَفَاء قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو! ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اُسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 419-420 ایڈیشن 1984ء)

پس جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ صرف تکلیف میں انسان دعائیں نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب

کشائش دی ہو، آسائشیں دی ہوں تب بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ

دعا کی قبولیت کے لیے

جسم اور روح کا آپس میں تعلق ہونا چاہیے اور کیسا تعلق ہونا چاہیے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ظاہری نماز اور روزہ اگر اُس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔‘‘ آئے نمازیں پڑھ لیں۔ روح نہیں پگھل رہی تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ’’جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اُن میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سُکھا دیتے ہیں۔‘‘ ہاتھ کھڑا کیا اور کئی کئی دن کھڑا ہی رکھا اور ہاتھ سوکھ جاتا ہے۔ ’’اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف اُن کو کوئی نور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔‘‘ کرتب تو دکھا سکتے ہیں ظاہری طور پر مشقتیں بھی کر لیتے ہیں۔ بڑے بڑے فاقے بھی کر لیتے ہیں، تکلیفیں بھی برداشت کر لیتے ہیں لیکن وہ روحانیت کے نمونے نہیں دکھا سکتے۔ ’’اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ (الحج:38) یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟‘‘ دل میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی، دعائیں کر لیں۔ رو لیے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کر لی جس طرح پہلے مذاہب میں تھا

مختلف نمازوں کی جو حالتیں ہیں

قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟

فرمایا ’’اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے۔ اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔‘‘ جو اپنے جسموں سے تو کام لیتے ہیں روح سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ’’روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔‘‘ جس قدر عاجزی ہوتی ہے، نیازمندی ہوتی ہے وہ روح میں بھی پیدا ہوتی ہے ’’اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا۔‘‘ اگر صرف سجدہ کر دیا اور اس میں کوئی عاجزی نہیں، عجز نہیں، نیازمندی نہیں، روح اس کا ساتھ نہیں دے رہی تو اللہ تعالیٰ اس سجدے کو قبول نہیں کرتا‘‘ مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس لیے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔‘‘ فطری بات ہے وہ انتہائی عجز کی حالت دکھانا چاہتا ہے۔ جھک گئے، سجدہ میں چلے گئے۔ فرماتے ہیں ’’جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آ کر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔‘‘ طبیعت بجھی بجھی سی رہنے لگتی ہے۔ اگر روح میں کوئی غم ہے، انسان کے دل کے اندر کوئی غم ہے تو جسم بھی تھکا تھکا لگتا ہے، بجھی بجھی طبیعت رہتی ہے، دوسروں کو بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کی حالت کیا بن رہی ہے۔ کسی مجلس میں بیٹھنے کو دل نہیں کرتا۔ بیٹھے ہوں تو لوگ پوچھ رہے ہوتے ہیں کیا ہوا۔ فرمایا کہ ’’اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دورانِ خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔‘‘ خون چلتا ہے دل کے ذریعہ سے لیکن ایک انجن کے طور پہ دل چل رہا ہے۔ ’’اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔‘‘ دل کا جو پمپ کرنا ہے اسی سے سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔

’’غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونو برابر چلتے ہیں۔‘‘ کبھی دل پھیلتا ہے پھر سکڑتا ہے، پھیلتا ہے سکڑتا ہے وہی جو جسمانی نظام کو چلاتا ہے خون کی گردش اس سے ہوتی ہے۔ کہتے ہیں جسمانی اور روحانی سلسلے بھی اسی طرح برابر چلتے ہیں۔ ’’روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے

ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔

اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے۔‘‘ یعنی یہ تو نفاق ہے ناں کہ دل نہیں چاہ رہا لیکن پھر بھی زبردستی عاجزی کا اظہار کرو لیکن کرنا ہے ’’مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے‘‘ عادت پڑ جاتی ہے اور پھر روح اور جسم دونوں ایک ساتھ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور فرمایا ’’اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 420-422 ایڈیشن 1984ء) اور جب یہ حالت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے تو انسان کو نماز میں پھر لذّت بھی آنے لگتی ہے۔ صرف اپنے مطلب کے لئے وہ خدا تعالیٰ کے حضور نہیں جاتا بلکہ پھر خدا تعالیٰ سے تعلق اور محبت میں نمازوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔

پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں

’’بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نمازوں میں لذّت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذّت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذّت کا معیار بھی الگ ہے۔

ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذّت ہی سمجھ لیتا ہے۔‘‘ ان دنوں میں جب آپؑ یہ بیان فرما رہے تھے ٹرانسوال میں آزادی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ کہتے ہیں ’’دیکھو ٹرانسوال میں جو لوگ لڑتے ہیں۔‘‘ اس کی مثال دے رہے ہیں آپؑ۔ ’’باوجودیکہ اس میں جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں مگر قومی حمیت اور پاسداری ان کو ایک لذّت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔‘‘ قوم کے لیے وہ قربانی کر رہے ہیں۔

’’ان کو قومی حمیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے۔ ادھر قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کر رہی ہے جبکہ اغراضِ قومی متحد ہیں۔‘‘ اغراض تو ایک ہی ہیں۔ ایک فریق قربانیاں کر رہا ہے اور دوسرے ان کو encourage کر رہے ہیں، اُن کی قدر کر رہے ہیں۔ ’’پھر اُن کی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی وجہ سے۔‘‘ کیونکہ وہ دکھ اٹھا رہے ہیں اس لیے ان کی قدر ہوتی ہے۔ ’’اُن کی محنت اور جانفشانی کے باعث‘‘ ان کی قدر ہوتی ہے جو آزادی حاصل کرنے کے لیے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔

’’غرض ساری لذّت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا (الم نشرح:7) اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح پر

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذّت نہیں آتی ان کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔‘‘

لذّت نہیں آتی تو پہلے دیکھیں، سوچیں کہ انہوں نے عبادت کے لیے کوئی تکلیف اٹھائی؟ ’’جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھائے گا وہی تبدیل صورت کے بعد لذّت ہو جاتا ہے۔‘‘ فرمایا کہ ’’میری مراد ان دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بے جا مشقتوں میں ڈالے اور مالا یطاق تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 422 -423 ایڈیشن 1984ء) بل کہ مراد یہ ہے کہ وقت پہ نمازوں کی طرف بھی

ان کے جو پورے لوازمات ہیں اس کے ساتھ تیاری کر کے ادا کرنے کی کوشش کرے اور نیند کو بھی قربان کرے اور اپنے کاروباروں کو بھی قربان کرے اور وقت پہ نماز ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خود تو کسی قسم کی تکلیف اٹھاتے نہیں یا اٹھانا نہیں چاہتے اور سمجھتے ہیں کہ دوسروں سے دعا کرواکر ان کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ان سے بعض دفعہ پوچھو تو یہ جواب ہوتا ہے کہ پانچ نمازیں بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھتے۔ ایک دفعہ ایک بیٹے نے اپنے باپ کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کی غرض سے کہا اور یہ دعا کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کے دین کے لیے تھی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توجہ سے تم دعا کرو تم خود توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا جس طرح بیٹے کے لیے قبول ہوتی ہے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ فرمایا اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں، آپ اُس شخص کو فرما رہے ہیں کہ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد چہارم صفحہ 187-188 ایڈیشن 1984ء) خود دعا کرو گے تو پھر میری دعاؤں کا اثر ہوگا۔ نہیں تو کوئی نہیں ہوگی۔ پس دعائیں کروانے والے صرف دوسروں کی دعاؤں پر انحصار نہ کریں بلکہ خود بھی توجہ سے دعا کریں۔

عبادت میں لذّت کے حاصل کرنے کے طریق کے بارے میں

بیان فرماتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ ”یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے۔“ کیا تکالیف اٹھانی ہیں۔ پہلے آیا تھا ناں کہ تکلیف اٹھانی چاہیے۔ کس قسم کی تکلیفیں؟ جو مکروہ چیزیں ہیں، جو اللہ کی منشاء کے مخالف ہیں ان کو چھوڑو۔ ان کے چھوڑنے سے تکلیف بھی پہنچتی ہو تو چھوڑو۔ ”تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہاں تک کہ کامل نیازمندی کے ساتھ آستانہ اُلوہیت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے۔“ اس طرح جب تکلیفیں اٹھاؤ گے، اللہ کی خاطر بعض چیزوں کو چھوڑو گے تو روح پر اس کا اثر ہوگا اور

جب روح پر اس کا اثر ہوگا تو نمازوں میں، سجدے میں، رکوع میں وہ روح اللہ تعالیٰ کے حضور گرے گی۔ ”یہ طریق ہے عبادت میں لذّت حاصل کرنے کا۔“

فرمایا ”تم نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گالئے یا باجے بجالئے اور یہی اس کی عبادت ہوگی۔“ آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے تو سمجھتے ہیں یہی عبادت ہوگئی یا گیت سن لیے وہی عبادت ہوگئی۔ فرمایا ”اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لئے ان میں لذت کی کوئی چیز نہیں۔ ان سے روح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشاء گم ہو جاتا ہے۔“ فرمایا کہ ”طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزا حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور غائت کو سمجھا ہی نہیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 423-424 ایڈیشن 1984ء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور اپنے آپ کو تکالیف میں خدا تعالیٰ کی خاطر ڈالنے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی مثال

دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (النجم:38) ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہوسکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اُس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو! ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔

ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔“ فرمایا ”ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہئے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں وہ اسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں۔“ یعنی جسم اور روح دونوں کو ملانے سے۔ ”الگ جسم یا اکیلی روح کوئی نیک یا بدعمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ جزا سزا میں بھی دونو کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بعض لوگ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونو طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونو خطرناک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مجرد تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض آرام طلبی سے بھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 429-430 ایڈیشن 1984ء) مشکلات میں ڈالنے سے جسم کو بھی کچھ نہیں بنتا اور صرف آرام طلبی اگر کرو گے تو پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ روح اور جسم کو ملانا ضروری ہے۔

دعا کے زمانے میں بھی ابتلا آتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ کی قوم کی مثال دیتے ہوئے کہ کس طرح ان پر ابتلا آئے اور لمبے ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ

”ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہوسکتا۔

میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ

دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اَور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھا دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھا دن اپنا کام کیا کریں۔“ آدھے دن کی ان کو چھٹی ہوتی تھی۔ آدھا دن فرعون کا کام کرنا تھا۔ ”لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا۔“ سزا کے طور پر کیا ہوا ”اور انہیں حکم ملا کہ آدھا دن تو تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھا دن گھاس لایا کرو۔“ وہ فرعون کے کام ہی ہوں گے۔ اپنے لیے ان کے پاس کوئی وقت نہیں تھا۔ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے“ قوم ان کی ”اور کہا کہ موسیٰ! خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو ملا ہے اَور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ توریت میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اَور بھی برافروختہ ہوتے تھے۔“ اَور بھی غصہ میں آتے تھے۔ ”آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی“ وہاں سے ہجرت کرنے کی تجویز ہوئی ”اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے۔“

جو کچھ انہیں ملا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا۔ ’’جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونیوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اس وقت وہ چلّائے اور کہا۔ اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ (الشعراء:62) اے موسیٰ! ہم تو پکڑے گئے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے۔ انہیں یہی جواب دیا۔ کَلَّاۤ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ (الشعراء:63) ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا۔‘‘ وہ کہہ رہے تھے اگر مصر میں ہم رہتے تو وہاں بھی تو مرنا تھا۔ وہاں بھی دفن ہو جاتے۔ یہ تو اب بڑی مشکل میں آ گئے کہ آگے دریا ہے اور پیچھے فوج ہے جو ہمیں، ساروں کو قتل و غارت کرے گی۔ بڑے پریشان تھے۔ فرمایا کہ ’’وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر۔ مگر اللہ تعالیٰ قادر مقتدر خدا ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا... یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے‘‘ ہر تنگی سے ’’اسے نجات اور راہ ملتی ہے۔ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا (الطلاق:3)۔ غرض

ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آ جاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔

ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔‘‘ گدازش پیدا ہونا، رقت پیدا ہونا اور دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرنا چاہتا ہے۔ ’’پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہئے کہ میری دعا قبول نہ ہو گی یا نہیں ہوتی۔‘‘ فرمایا کہ ’’ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 433تا435 ایڈیشن 1984ء)

اگر اللہ تعالیٰ کے خلاف ایسی صورت پیدا ہو جائے تو پھر دہریت کی طرف قدم اٹھتے ہیں اور آج کل تمام تر توجہ مذہب اور خدا تعالیٰ کے مخالفین کی جیسا کہ میں نے کہا اس طرف ہے کہ یہ دلوں میں ڈالا جائے کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں کیا دیا۔ مذہب کا کیا فائدہ ہے۔ مذہب سست بناتا ہے۔ مذہب خیالی باتیں ذہنوں میں پیدا کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں

ہر احمدی کا یہ کام ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرے۔ وقتی اور ضرورت کے وقت تعلق نہ ہو اور عبادت نہ ہو صرف بلکہ سکون کے حالات میں، آسائش کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اپنی عبادتوں کی حفاظت ہو اور دعاؤں پر یقین ہو۔

پس یہی ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور یہی بیعت کا حق ادا کرنا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔‘‘ تہجد کے لیے اٹھنا تو بڑی بات ہے عام نمازوں کے لیے وضو کرنا بھی مشکل لگتا ہے۔ فرمایا ’’اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو‘‘ نیکیوں میں بڑھنے کے لیے اگر تمہارے اندر جوش نہیں ہے ’’تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 439 ایڈیشن 1984ء)

پس بڑے فکر کے ساتھ ہمیں اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب یہ حقیقی تعلق ہو گا تو دعاؤں کی قبولیت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

ان دنوں میں خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کے لیے بہت دعا کریں۔

وہاں احمدیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح

الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں

وہاں بھی دوبارہ آج کل ان کو ابال آیا ہوا ہے۔ مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہوں پہ بھی جہاں جہاں احمدیوں کو مشکلات ہیں

اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر احمدی کو محفوظ رکھے اور ہر پریشانی سے بچائے اور دشمن کو خائب و خاسر کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل 06؍ جنوری 2023ء)

☆...☆...☆

محترمہ قانتہ درد کی وفات اور ان کے اوصاف

خاکسار کی والدہ مکرمہ قانتہ درد صاحبہ اہلیہ مکرم حمید حسن منور سنوری صاحب مورخہ 7 دسمبر 2022ء گلاسٹر (Gloucester) برطانیہ میں بعمر قریبا 90 سال وفات پا گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ آپ حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب کی بیٹی اور حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحب کی نواسی تھیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 10 دسمبر دوپہر بارہ بجے اسلام آباد برطانیہ میں پڑھائی۔ والدہ کی خواہش تھی کہ ان کی تدفین ربوہ میں ہو۔ چنانچہ حضور انور کی اجازت سے ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ مؤرخہ 14 دسمبر 2022ء کو دوپہر ایک بجے مکرم ملک خالد مسعود صاحب قائم مقام ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے دفاتر صدر انجمن کے لان میں نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ دار الفضل میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

مکرمہ قانتہ درد صاحبہ 10 ستمبر 1933ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ پرائمری اور سیکنڈری سکول کی تعلیم قادیان سے ہی حاصل کی۔ ہجرت کے بعد لاہور آ کر ایف اے کا امتحان پاس کیا اور بعد ازاں ٹیچرز ٹریننگ کا ایک کورس پاس کر کے تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئیں۔ اور کئی سال تک ریاضی پڑھاتی رہیں۔ آپ کی شادی 1967ء میں مکرم حمید حسن منور سنوری صاحب کے ساتھ ہوئی جو اپنی شادی کے وقت فارسٹ ڈیپارٹمنٹ میں بطور آفیسر لیہ میں متعین تھے۔ مکرمہ قانتہ درد صاحبہ 1978ء تک لیہ میں مقیم رہیں۔ بعد ازاں لاہور منتقل ہو گئیں۔ لاہور میں آپ کو حلقہ راوی روڈ میں 1984ء تا 1989ء لجنہ اماء اللہ میں خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اس دوران آپ سیکرٹری مال، سیکرٹری وصایا، اور حلقہ کی نائب صدر رہیں۔ لجنہ کے اجلاسات میں آپ کو قرآن کریم کا درس دینے کا بھی موقع ملتا رہا۔ اسی طرح آپ نے اپنے تمام بچوں کو خود قرآن کریم پڑھایا۔ 2014ء سے آپ برطانیہ میں مقیم تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. مکرمہ شاہدہ تنویر صاحبہ اہلیہ مکرم وسیم احمد سنوری صاحب لندن
2. خاکسار امۃ القدوس فائزہ اہلیہ مکرم محمود احمد اشرف صاحب
3. مکرم محمد احمد سنوری صاحب برطانیہ
4. مکرمہ سونیا منورہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم نعیم احمد صاحب کارنوال برطانیہ

احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو ہمیشہ اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق ملتی رہے۔ آمین

(امۃ القدوس فائزہ اہلیہ مکرم محمود احمد اشرف)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

(بخیریت اور بابرکت آمد)

تقریباً بیس منٹ میں ہمارے پاسپورٹ پر stamp لگ گئی اور اس کام کے مکمل ہوتے ہی ہمیں ایئر پورٹ کے مرکزی داخلی دروازے پر لے جایا گیا جہاں کئی احمدی احباب جن میں نیشنل مبلغ انچارج مکرم اظہر حنیف صاحب بھی شامل تھے، نہایت بے چینی سے حضور انور کو خوش آمدید کہنے کے لیے انتظار میں کھڑے تھے۔ اس موقع پر مکرم ڈاکٹر بلال رانا صاحب بھی موجود تھے جن کے سپرد نیشنل سیکرٹری امور عامہ کی خدمت ہے اور گزشتہ سال ایک طویل علالت سے گزرے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کی طبیعت سخت ناساز تھی مکرم ڈاکٹر بلال صاحب نے گیارہ سو میل کی مسافت گاڑی پر طے کی اور دو دن کے سفر کے بعد Texas سے حضور انور کو خوش آمدید کہنے کے لیے پہنچے۔ کچھ دیر بعد شام چھ بج کر چالیس منٹ پر حضور انور کو لاؤنج سے جہاں آپ انتظار فرما رہے تھے، مرکزی داخلہ کے راستہ کی طرف لایا گیا۔ قبل اس کے کہ آپ قافلہ کی گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوتے، آپ نے ہاتھ ہلا کر احمدیوں کے سلام کا جواب دیا جو آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے آئے تھے۔ الحمدللہ حضور انور بخیریت امریکہ پہنچ چکے تھے اور جلد ہی Zion کے لیے روانہ ہو گئے جہاں آپ اگلے ایک ہفتے تک قیام فرمائیں گے۔

اگرچہ یہ ایک لمبا سفر تھا اور یو کے، کے وقت کے مطابق آدھی رات گزر چکی تھی، حضور انور نہایت تازہ دَم اور خوش نظر آ رہے تھے۔ نیشنل سیکرٹری امور خارجہ جماعت احمدیہ امریکہ مکرم امجد خان صاحب نے بعد میں مجھے بتایا کہ ایئر پورٹ پر حضور انور کا استقبال اپنی ذات میں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک نشان تھا۔

مکرم امجد خان صاحب نے بتایا: ''یہ حضور انور کا چوتھا دورہ امریکہ ہے، جس میں مجھے بلا واسطہ خدا تعالیٰ کے افضال کو مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ مجھے اس خاص انداز سے شناسائی ہوئی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عزت اور اکرام کے دروازے حضور انور کے لئے امریکن حکومت سے کھلوائے۔ حضور انور کی آمد سے ایک ہفتہ قبل تک ہمیں حضور انور کے اعزاز میں وہ انتظامات کرنے میں دشواری کا سامنا تھا جو 2018ء میں کیے گئے تھے جس کی ایک وجہ عالمی وبا کی وجہ سے بعض پابندیاں اور گزشتہ چار سالوں میں حکومتی عملہ میں کئی تبدیلیاں تھیں۔''

مکرم امجد صاحب نے مزید بتایا: ''حتیٰ کہ حضور انور کی آمد سے چند روز قبل تک مجھے حضور انور کی آمد کے وقت سیکورٹی چیکنگ کے حوالہ سے اس قدر پریشانی تھی کہ مجھے نہیں لگتا تھا کہ ہم اس کے حصول میں کامیاب ہوں گے۔ لیکن حضور انور کی آمد سے چند گھنٹے قبل O'Hare ایئر پورٹ پر ہمیں ایسا غیر یقینی تعاون اور Homeland سیکورٹی کے ڈیپارٹمنٹ سے ایسی مراعات ملیں کہ میں حیران تھا کہ کس قدر آسانی سے اللہ تعالیٰ نے حضور انور اور آپ کی اہلیہ کی آمد کے لیے سہولیات میسر فرمائی ہیں۔

میں جانتا تھا کہ یہ ہماری کسی بھی معمولی کاوش کا بھی نتیجہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود خلیفۂ وقت کی توقیر کی حفاظت فرمائی۔ یہاں تک کہ customs اور border آفیسرز میں سے ایک نے خود اس بات کا اظہار کیا کہ وہ حضور انور سے ایئر پورٹ پر ملنے کی سعادت پر بے حد خوش ہے اور اپنے الفاظ میں اس سعادت کو یوں بیان کیا کہ

''opportunity of lifetime''

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور ایسا ہی ہے کہ حضور انور نے کبھی کسی protocol یا سہولت کی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا۔ تاہم بطور احمدی ہماری خواہش ہوتی ہے کہ خلیفۂ وقت کے ساتھ نہایت عزت اور اکرام سے پیش آیا جائے جیسا کہ امجد صاحب نے بیان کیا تھا، میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک غیبی ہاتھ سے خلیفۂ وقت کی توقیر کی حفاظت فرماتا ہے اور متعلقہ افسران کے دلوں میں نرمی پیدا کرتا ہے اور ان میں خود بخود احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ حضور انور کا استقبال کرنا ان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔

بعد ازاں کار سے Zion جاتے ہوئے مکرم منعم نعیم صاحب نے بتایا: ''ایک سرکاری افسر جس نے شکاگو میں حضور انور کا استقبال یونائیٹڈ ایئر لائنز کی طرف سے کیا تھا، نے اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا: ''میں ضرور اپنی زندگی میں کوئی اچھا کام کیا ہو گا جو ایسے نیک (بزرگ) انسان سے میری ملاقات ہوئی ہے۔''

ایک فرحت بخش آمد

شکاگو سے Zion تک کا سفر تقریباً پچاس میل کا تھا اور ایک گھنٹے پر

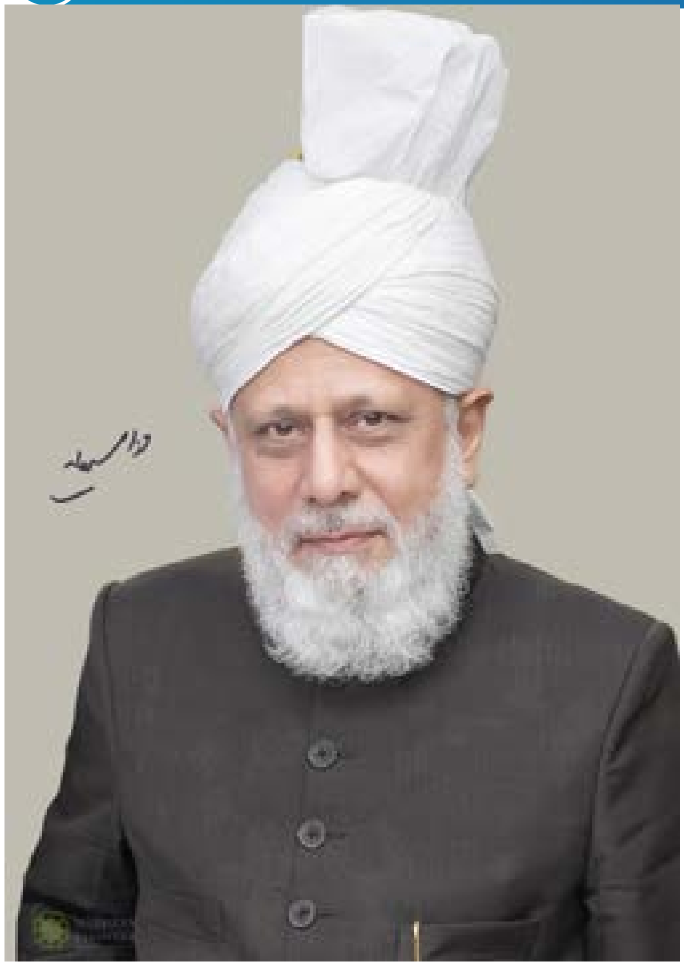

مشتمل سفر تھا۔ جب ہم نے ایئر پورٹ سے سفر شروع کیا تو کئی فلک بوس عمارتوں میں گھیرے ہوئے تھے۔ تاہم وہ فلک بوس عمارتیں Zion پہنچنے تک ایک چھوٹے قصبے کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔

اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، جونہی ہم Zion میں داخل ہوئے تو گویا تاریخ میں کھو گئے کیونکہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوا تھا۔ قافلہ براہ راست نو تعمیر شدہ مسجد فتح عظیم کے سامنے رکا، جس کا افتتاح اسی ہفتہ حضور انور نے فرمانا تھا۔ 1100 سے زائد احمدی مرد و زن حضور انور کے استقبال کے لیے جمع تھے اور آپ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی سارا ماحول شام سات بج کر چالیس منٹ پر نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا۔

جماعت احمدیہ امریکہ کے احمدی احباب، خواتین اور بچوں کے مسرت بھرے جذبات کے اظہار سے مسجد کے گرد و نواح کا ماحول گونج اٹھا۔ یہ ایک نہایت فرحت بخش لمحہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ لوکل احمدیوں کے جذبات کو اپنے روحانی پیشوا، راہنما اور محبوب آقا کو دیکھ کر تسکین مل رہی ہے۔ الحمدللہ

چند لمحوں کے بعد، حضور انور کچھ دیر کے لیے اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جس کے بعد آپ نے مسجد میں تشریف لا کر مغرب اور عشاء کی نمازوں کی امامت کروائی۔ نماز کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جبکہ قافلہ کے باقی احباب کو ان کی رہائش گاہوں کی طرف لے جایا گیا۔

(حضور انور کا دورہ امریکہ ستمبر اکتوبر 2022ء از ڈائری عابد خان صاحب)

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

سال نَو پر ملنے والا سب سے خوبصورت پیغام

گزشتہ سال خاکسار نے سال نو پر ملنے والے کاپی پیسٹ قسم کے پیغامات سے ہٹ کر ملنے والے ایک خوشکن پیغام کے بارے میں مضمون لکھا تھا۔ جو آسٹریلیا سے ہماری ایک تبلیغ کی جنونی خاتون مکرمہ نبیلہ گلفام کی طرف سے ملا تھا۔ اس سال بھی ان کا ہی پیغام خوب صورت ترین ٹھہرا ہے۔ان کی تحریر سے اپنے لئے لکھے گئے محبت بھرے الفاظ کو اپنے پاس ہی رکھتے ہوئے باقی پیغام الفضل کی نذر کرتی ہوں کیوں کہ الفضل ہی ان خوشیوں کا وسیلہ بنا ہے۔اس مؤقر جریدے کے سب خدمت گزاروں کے لئے دعاؤں کے ساتھ نبیلہ کی تحریر پیش خدمت ہے:

’’نیا سال بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا کرے اور ہمیشہ اپنے سب پیاروں کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، یہ سال آپ اور آپ کے سب پیاروں کے لئے پہلے سے بڑھ کر دین و دنیا کی حسنات سمیٹنے کا سال ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

یہ سال جہاں لجنہ کی سو سال کے تشکر کے طور پر قربانیوں کی داستانیں سامنے لا رہا ہے وہاں ہم بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ جیسے وجود ہمیں انرجی دیتے ہیں اور آگے ہی آگے بڑھنے پر مجبور کرتے ہیں جہاں ٹھہرنا کیا رفتار بھی کم نہ ہو کی فکر رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے آمین۔سال 2022ء خاکسار کے لئے اتنی خوشی کا سال تھا آپ نے جس طرح اس خاکسار کی کاوش کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا، جزاك الله احسن الجزاء

آپ کے بعد صدر صاحبہ کا میسج موصول ہوا کہ اپنی ساری کاوشوں کی تفصیل جان، مال، وقت اور اولاد کی قربانی کے تحت لکھ کر بھیجوں سو حکم کی اطاعت میں سب ہی لکھ دیا اور اب پتہ چلا کہ وہ بھی لجنہ اماء اللہ آسٹریلیا کی تاریخ کے نام سے الفضل میں شائع ہوا اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کی شکر گزار ہوں۔ جزاك اللّٰہ احسن الجزاء

ورنہ میری تو قلم پر کچھ گرفت نہیں اور بالکل ایک عاجز سی بندی ہوں جسے بس تبلیغ کا جنون ہے اور خدمت خلق کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے۔ ڈومیسٹک وائلنس کیسز میں اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی میرا گھر میرے ابو جان کی حویلی بنایا ہوا ہے جہاں ایسی عورتیں مشکل میں کچھ دن قیام کر لیتی ہیں تو بس اس پر اللہ کا شکر ادا کر لیتی ہوں۔ الحمد للّٰہ۔

تبلیغ کے لئے اس سال بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش (گھر بہ گھر فقیروں کی طرح پھر کر اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں) پر اپنی بیٹی اور دو بیٹوں اور ایک سٹوڈنٹ بچی کے ساتھ ہزاروں گھروں تک پہنچی ۔تمام سکولز، آفسز، میڈیکل سنٹرز، ہسپتالوں میں گے سات ٹاؤن میں پیغام حق پہنچایا۔ گاڑی میں لٹریچر اور چاکلیٹ بھر لئے 31/ دسمبر 2022ء اور یکم جنوری 2023ء کو سارا دن یہی کام کیا سکولوں میں چھٹیاں ہو جاتی ہیں اس لئے کرسمس سے پہلے جانا ہوتا ہے۔میرے پاس جماعت کے تعارف کے لئے ضروری کتابیں اور پمفلٹ ہوتے ہیں جن کے پیکٹ بنا کر کوشش کرتی ہوں کہ ہاتھوں میں دوں۔ جہاں ممکن ہو زبانی بات کرتی ہوں ۔ نئے سال کا محبت بھرا پیغام دیتی ہوں اگر کوئی نہ ملے تو لیٹر بکس میں ڈال دیتی ہوں بہت اچھے ریسپانس ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

خاکسار کی خواہش ہے کہ کم از کم 100 ٹاؤن تک اس سال توحید کا پیغام پہنچا سکوں اس کے لئے خاص دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، آسانیاں پیدا فرمائے اور پمفلٹ بھی مہیا ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ عاجزانہ کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔آمین

پیاری امۃ الباری آپا جان مجھے دوسروں کے کاموں سے انرجی ملتی ہے اس نیت سے اپنے کام بھی لکھ رہی ہوں کسی کو انرجی ملے اور ثواب ہمیں ہو۔ اِنَّمَا الاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ،وَاِنَّمَا لِکُلِّ امۡرِیٍٔ مَانَوٰی

مکرمہ نبیلہ صاحبہ کی یہ مساعی قابل رشک ہیں۔ دعا گو ہوں اور سب سے دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ جماعت میں ایسے بہت سے جنونی پیدا ہوں، تبلیغ کا شوق زمین کے کناروں تک لے جائیں۔ دلوں کو پھیرنا تو اللہ قادر و توانا کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306-307)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

دُنیائے احمدیت کی طاقت

قطرہ نہیں ہے فضل کی وُسعت ہے اصل میں
لجنہ نہیں عمل کی صداقت ہے اصل میں

محور ہے فضلِ عمر کی سوچوں کا سر بسر
یہ روشنی ہی حسنِ جماعت ہے اصل میں

وہ درس جو دیا انہیں نصرت جہاں نے
اُس درس ہی کی ساری یہ نصرت ہے اصل میں

علم وعمل بنانے کی تھی جس کی آرزو
اس رہبر موعودؓ کی چاہت ہے اصل میں

شمعِ عمل کے ہوئی جس کی ابتداء
دُنیائے احمدیت کی طاقت ہے اصل میں

جو اس کی روشنی سے مُنوّر ہے آس پاس
وہ دل نہیں چراغِ محبّت ہے اصل میں

صد شکر سو برس ہوئے جس کے قیام کو
خلافئے احمدیت کی برکت ہے اصل میں

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

مقصود احمد منصور۔ مبلغ انچارج گیانا

گیانا کی بارے کچھ حقائق کی درستی

مؤرخہ 22/ دسمبر 2022 ء کے شمارے میں ایک مضمون ’’اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھی‘‘ میں گیانا کی مسجد کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ جماعت کا قیام 1956ء میں ہوا۔ جبکہ اس سال جماعت گیانا کے پہلے احمدی مکرم یوسف خان صاحب نے تحقیق شروع کی تھی اور بیعت کچھ سال بعد کی ہے۔ جماعت کی باقاعدہ رجسٹریشن 1960ء میں ہوئی۔

اسی طرح مضمون میں یہ بھی شائع ہوا کہ مسجد کا نام بیت النور ہے۔ جبکہ یہ مرکزی مسجد کا نام ہے جو کہ بہت بعد میں تعمیر کی گئی تھی۔ گیانا کی پہلی مسجد کا باقاعدہ کوئی نام نہیں تھا۔ سن 2019ء میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں نام تجویز کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ چنانچہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت اس مسجد کا نام ’’مسجد مہدی‘‘ تجویز فرمایا ہے ۔

اس کے علاوہ یہ کہ مؤرخہ 27/ دسمبر 2022ء میں جماعت گیانا کی پہلی مسجد کی تاریخ کے حوالے سے خاکسار کا مضمون شائع ہوا۔ مگر جس مسجد کی تصویر شائع ہوئی ہے وہ تصویر مرکزی مسجد بیت النور کی ہے پہلی مسجد کی نہیں۔ چنانچہ ’’مسجد مہدی‘‘ کی تصویر احباب کی خدمت میں شائع کی جاتی ہے۔

احباب ان حقائق کی درستی فرمالیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔

فقہی کارنر

داڑھی مردانہ وقار اور زینت کا موجب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ریش مبارک کے زیادہ بڑھے ہوئے بالوں کو قینچی سے کتروا دیا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان داڑھی کو بڑھائیں اور مونچھوں کو چھوٹا کریں۔ جس کی یہ وجہ ہے کہ داڑھی مردانہ زینت اور وقار کا موجب ہے اور مونچھوں کا بڑھانا عُجب اور تکبر پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ منشاء نہیں کہ داڑھی کی کوئی خاص مقدار شریعت نے مقرر کر دی ہے۔ اس قسم کی جزئی باتوں میں شریعت دخل نہیں دیتی بلکہ شخص مناسبت اور پسندیدگی پر چھوڑ دیتی ہے۔ منشاء صرف یہ ہے کہ داڑھی منڈاوئی نہ جائے بلکہ رکھی جائے۔ لیکن داڑھی کا بہت زیادہ لمبا کرنا بھی پسند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک مشت و دو انگشت کے اندازہ سے زیادہ بڑھی ہوئی داڑھی کتروا دینی مناسب ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بہت لمبی داڑھی بھی خلاف زینت ہوتی ہے۔ اور اس کا صاف رکھنا بھی کچھ دقت طلب ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں داڑھی کا ایسا چھوٹا کتروانا بھی کہ وہ منڈھی ہوئی کے قریب قریب ہو جاوے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے احترام کے خلاف ہے جو ایک مخلص مسلمان کی شان سے بعید سمجھا جانا چاہئے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 339۔340)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

سادہ زندگی گزارنے سے انسان بہت سی جسمانی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے مالی قربانی کی توفیق سادگی سے حاصل ہوتی ہے۔

سادگی کو ترک کر کے تصنع اور بناوٹ سے زندگی بسر کرنے والا غرباء سے نفرت اور دوری کی ایسی تاریکی میں گر جاتا ہے جو بہت سی اچھی باتوں اور نیکی کے کاموں سے محروم کر دیتی ہے۔

(مرسلہ: عبدالباسط شاہد۔ لندن)

طلوع وغروب آفتاب

09/جنوری2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:39	17:55
مدینہ منورہ	05:45	17:50
قادیان	06:03	17:41
ربوہ	05:43	17:21
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:35	16:15